

مسجد نبویؐ

جناب شاہ بلیغ الدین صاحب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اُس زمانے میں مدینے کے گورنر تھے۔ درمیں الاذل شہ مطابقت کے مبارک مہینے میں بنی امیہ کے چپٹے حکمران ولید کا ایک خاص ایچی مدنیہ آیا۔ عمارے کے کچھ بیچ بندھے تھے، کچھ کھلے۔ ظاہری حالت دیکھ کر خیال ہوتا تھا، نہ جانے کیا پریشانی کی خبر لایا ہے۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فوراً بلایا، پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ کیا حال ہے؟ اُس نے عرض کیا سب ٹھیک ہے۔ ایک خط آپ کے نام لایا ہوں۔ خط اس نے حوالے کر دیا تو خط پڑھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے لوگوں کو جمع کیا۔ ان سے خط کے مضمون پر بات چیت کرتے رہے۔ پھر ان لوگوں کو بلا بھیجا جن کے گھر مسجد نبویؐ کے آس پاس تھے۔ ان سے گفتگو ہوئی تو اپنے کچھ عزیز رشتہ داروں کو بلوایا اور ان سے بات چیت کرتے رہے۔ خط میں لکھا تھا — مسجد نبویؐ کو پھر سے بنایا جائے۔

نقش ثانی | مسجد نبویؐ کی توسیع کا خیال سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے ذہن میں آیا۔ ۶۳۸ عیسوی میں بات یہ تھی کہ مدینے کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے اپنے کرم سے مسلمانوں کی تعداد کہیں سے کہیں پہنچا دی تھی۔ اب یہ مسجد نمازیوں کے لیے کافی نہ تھی اس لیے اس میں گنجائش بڑھانا ضروری تھا۔

مسجد نبویؐ کی توسیع کا مرحلہ بڑا نازک تھا۔ چاہے ضرورتوں کا کچھ بھی حال ہو،

حضور اکرمؐ کی بنائی ہوئی مسجد میں ذرا بھی تبدیلی کرتے ہوئے احساس عقیدت کو ٹھیس پہنچتی تھی۔ ویسے حضورؐ نے خود اپنی زندگی میں فتح خیبر کے بعد مسجد نبویؐ کو بڑھا یا مختار حضرت عمرؓ نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنتا کہ اس مسجد کی توسیع کرنا ہے تو ہرگز اس کی توسیع کا خیال بھی نہ کرتا۔

ایوان حکومت | مسجد نبویؐ کی اس زمانے میں دو بڑی حیثیتیں تھیں۔ ایک مسجد کی، دوسری ایوان حکومت کی!! حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ یہیں بیٹھ کر رائے مشورہ کرتے سفیروں سے ملاقاتیں فرماتے۔ یہیں جنگ کے نقشے بنائے جاتے۔ یہیں سے سپہ سالاروں کو احکامات جاری ہوتے۔ نظم و نسق کا سارا کام یہیں ہوتا۔ اس زمانے میں مسجد اپنی اصلی حالت میں تھی۔ وہی کچی اینٹوں کی دیواریں اور وہی کھجور کی ٹہنیوں کی چھت!!

اللہ اللہ وہ بھی کیا منظر تھا کہ اس کھجور کے پتوں کے نیچے اپنی عبا کو تکیہ بنائے فاروق اعظمؓ سو رہے تھے تو سامنے سے زرق برق لباس پہنے، زرد و جوہر کا تاج سر پہ جھائے، سلطنت عجم کا امیر الامراء ہرمزان چلا آیا۔ ساتھ طبیل و علم، لاؤ لشکر، نقیب، نقارچی ایک سے ایک بڑھ کر ٹھاٹھ دکھاتے آتے۔ خدمت گاروں کے جھل جھل کرتے چوٹے اور ان کے ہاتھوں میں سونے چاندی کے مورچھل اور سنہری روپہلی عصا عجیب بہار دکھا رہے تھے۔ مسجد نبویؐ پہنچ کر ہرمزان نے پوچھا: تمہارے بادشاہ کا محل کہاں ہے؟ حضرت انسؓ بن مالک اور حضرت احنفؓ بن قیس سے جو میدان جنگ سے اُسے پکڑ لائے تھے، بولا۔ مجھے یہاں کہاں لے آئے؟ اپنے بادشاہ کے پاس لے چلو۔

مغیرہ بن شعبہؓ جو پاس کھڑے تھے، بولے۔ تم ایوان حکومت میں امیر المومنین کے سامنے ہی تو ہو! ان پیوند زدہ کرتا پہنے ہوئے بزرگ کو دیکھتے ہو جو اپنے ہاتھ کا تکیہ بنائے اپنی عبا پر سر رکھے سو رہے ہیں، یہی مسلمانوں کے امیر المومنین ہیں، تمہاری عظمت و سلطنت کے فاتح! اور یہ کچی دیواروں کا ساٹھان ہمارے نبیؐ کی بنائی ہوئی مسجد ہے، جو ہمارا ایوان حکومت بھی ہے؟ یہ وہ زمانہ ہے جب نوشیروان کا بنایا ہوا سفید محل حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی رٹاش گاہ بن گیا تھا۔ کچھ آگے پیچھے ہی زمانہ ہے کہ اسکندر

کے عالیشان سنگ مرمر کے محل حضرت عمرو بن عاص کے قبضے میں آ گئے۔ ہر جگہ سے بے اندازہ مال غنیمت مسلمانوں کے قبضے میں آیا تھا لیکن مسلمانوں کا ایوان حکومت اب بھی وہی تھا جو حضور اکرمؐ کے زمانے میں تھا اور مسلمانوں کا امیر اب بھی اسی حال میں رہتا تھا جیسا کچھ وہ ہجرت کے ابتدائی دنوں میں رہتا تھا۔

مسلمانوں نے شہر کوفہ بسایا۔ یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا صدر مقام قرار پایا، تو یہاں مسجد اور دفاتر بنائے گئے۔ سرزمین نیل پر مسلمانوں نے اپنا شہر فسطاط بسایا اور یہ مصر میں اسلامی دار الحکومت قرار پایا تو یہاں عمرو بن عاص نے عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں۔ ایک بڑا بھاری محل امیر المومنین کے لیے بھی بنوایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو فوراً لکھ بھیجا — تم نے بیکار وہاں میرے لیے مکان بنوایا، یہ کس کام کا ہے؟ فوراً اسے فوجیوں کے رہنے کے لیے دے دو! ساری سلطنت عجم اور آدھی سے زیادہ سلطنت روم فتح کر کے بھی فاروق اعظمؓ مسجد نبویؐ کے فرش پر بیٹھ کر کام کرتے رہے اور ان کے رہنے کا مکان گھاس پھوس ہی کا رہا۔

دور فاروقی | اب مسجد کی جو توسیع کی گئی تو وہی پتھر کی بنیادیں تھیں، وہی کچی مٹی کی دیواریں، وہی کھجور کے تنوں کے ستون اور وہی کھجور کی ٹہنیوں کی چھت۔ آپ نے حضرت عباسؓ کا پورا مکان اور حضرت جعفر طیارؓ کا آدھا مکان مسجد میں لے لیا اور مغرب کی طرف دو عدد ستون اور بڑھا دیے۔ کوئی بیس ہاتھ کی یہ جگہ نکل آئی اور قبلے کی طرف ایک کمان نکلو آئی، جس کی چوڑائی کوئی دس ہاتھ تھی۔ اب مسجد کا طول ایک سو چالیس ہاتھ اور عرض ایک سو بیس ہاتھ ہو گیا۔ مسجد کے دروازے چھ کھدے گئے۔

اُس زمانے میں ایران فتح ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہاں سے نطفہ (تیل، منگوا کر مسجد نبویؐ میں چراغ روشن کیے۔ مسجد نبویؐ میں چراغاں دیکھ کر سیدنا حضرت علیؓ نے بے اختیار دعا کی کہ — یا رب! ابو حفص (حضرت عمر فاروقؓ) کی قبر کو بھی اسی طرح روشن کر دے۔

مسجد کے مشرقی کنارے پر ایک چبوترہ بنایا گیا اسے لُبَیْیٰ نام دیا گیا۔ یہاں مسلمان

بیٹھ کر زندگی کے مختلف معاملات کے بارے میں بات چیت کرتے تھے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ امیر المومنین مسجد کے جس کونے میں بیٹھے حکومت کا کام کا جج کرتے ہوتے، وہیں لوگ بیٹھے اپنے مطلب کی باتیں کیا کرتے جس کی وجہ سے توجہ بٹ جاتا کہتی تھی۔

عہد عثمانیؓ | مسجد نبویؐ میں توسیع کو کوئی بارہ برس گزر چکے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی وفات کا پانچواں سال تھا کہ انہیں مسجد نبویؐ کی توسیع کا خیال آیا۔

حضرت عمرؓ نے جو مسجد نبویؐ کی توسیع کی تھی تو حضور اکرمؐ کی رکھی ہوئی بنیادوں کو چٹوں کا توں باقی رکھا تھا۔ بس مشرق کی سمت کچھ حصہ بڑھا یا گیا تھا۔ اضافہ کیے ہوئے حصے میں جو سامان لگا یا گیا تھا وہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا رسالت پناہ نے استعمال فرمایا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے پوری مسجد کو پھر سے بنوایا۔ اس وقت دلوں کا عجیب حال تھا وہ دن نظروں میں پھر رہے تھے جب آقائے دو جہان نے حرم امن، مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی پہلی عبادت گاہ تعمیر فرمائی تھی۔ وہ مسجد جس میں پڑھی ہوئی ایک نماز دو سو مسجدوں کی ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ جو گھر سے یہاں نماز پڑھنے کی نیت۔ سیہ وضو کر کے چلے اور یہاں آکر نماز پڑھ لے وہ ایک حج کے ثواب کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ یہیں وہ منبر نبویؐ ہے جس کے بارے میں ایک ارشاد ہے کہ — میرا منبر حوض کوثر پر ہے اور دوسرا ارشاد ہے کہ — میرا منبر جنت کی کیا ریوں میں ہے ایک کیا ری پر ہے۔

گوشہ جنت | یہ جگہ جہاں مسجد نبویؐ بنائی گئی، دو قسیم انصاری لڑکوں سہیل اور سہیل کی تھی جن کا تعلق بنی نجا رہے تھا اور جو حضرت اسعد بن زرارہ کی نگرانی میں بڑے ہو رہے تھے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ معاذ بن عفرانؓ کے سر پرست تھے۔ یہی وہ مبارک جگہ تھی جہاں مدینہ پہنچنے پر حضور اکرمؐ کی سواری کی اُونٹنی بیٹھی تھی۔ ارشاد تھا — کہ میں وہیں اتروں گا جہاں یہ اُونٹنی بیٹھی گی، کیونکہ اسے قدرت کی طرف سے میرے اُترنے کی جگہ بتادی گئی ہے۔ یہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ ایک طرف مشرکوں کی قبریں، اور کچھ کھجوروں کے درخت تھے۔ امام زہری کا بیان ہے، حضرت ختمی مرتبتؐ نے جب یہ طے فرمادیا کہ یہ جگہ مسجد نبویؐ کے لیے خریدی جائے گی تو اس کا معاوضہ دس دینار

سیدنا حضرت ابو بکرؓ نے غنیمت لوگوں کو ادا کر دیا۔ کھجور کے درخت کٹوا کر قبلہ کی طرف باڑھ لگا دی گئی۔ مشرکوں کی قبروں کو کھدوا دیا گیا۔ یہ وہ مبارک جگہ تھی جہاں سے ویرکائش کی ہجرت سے پہلے بھی نماز ہوتی تھی۔ حضرت ابوامامہؓ اور اسعد بن زرارہؓ یہاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ صرف ایک لابی دیوار اس غرض کے لیے بنی ہوئی تھی۔ اب یہی جگہ جنت کی ایک کیاری بننے والی تھی۔

زمین خرید لیتے کے بعد اب مسجد کی تعمیر کا سوال پیدا ہوا۔ حالات کے لحاظ سے یہ بڑا سوال تھا لیکن آقائے دو جہاں خود دنیا دکھو دے، پتھر اور مٹی ڈھونڈنے میں لگ گئے۔ شاید یہی منظر دنیا نے اُس وقت بھی دیکھا ہوگا، جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو ساتھ لے کر خدا کا پہلا گھر بنایا۔

مسجدِ قبا | مدینہ پہنچنے سے پہلے حضور اکرمؐ کچھ دنوں کے لیے مدینے سے بالکل قریب ہی ایک چھوٹی سی بستی قبا میں تشریف فرما رہے۔ تھے۔ چار دن یا چودہ دن؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ اس دوران میں باقاعدہ اور باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے آپؐ نے یہاں بھی اپنے دست مبارک سے ایک مسجد کی بنا ڈالی۔ جو مسجدِ قبا کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے کہ — لَمَسْجِدٍ أُسَسِّ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ — فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَشَفَّعُوا لِلَّهِ لِيُبَيِّتَ الْمَطَهَّرِينَ — وہ مسجد جس کی بنا پہلے ہی دن سے پرہیزکاری پر رکھی گئی، وہ مسجد اس کی پوری مستحق ہے کہ آپؐ اس میں کھڑے ہوں، یہ ظاہری اور باطنی پاکی کو پسند کرنے والے اشخاص کی مسجد ہے اور اشد طاہروں کو پسند کرتا ہے۔ مسجدِ قبا کے بارے میں یہ وحی نازل ہوئی تو اللہ کے رسولؐ نے بنی عمرو سے پوچھا کہ — یہ کون سی پاکی اور طہارت ہے؟ روضہ الانف میں امام سہیلؒ نے لکھا ہے کہ بنی عمر استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی طہارت کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ قبا کی صرف حد بندی فرمائی تھی اس کی تعمیر نہیں فرمائی۔ اس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تیویہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے پیش کی تھی۔

ہجرت سے پہلے کا زمانہ وہ تھا کہ مسلمان چھپ چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ خدا کا نام لینے پر کیا کیا پابندیاں نہ تھیں۔ کلمہ تک بھی تو کوئی پکار کر نہ پڑھ سکتا تھا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر کفار نے کیا کیا ظلم نہ ڈھائے تھے۔ کتنی ہی بار ان عاشقانِ پاک طینت کی زندگی بس سانس سے بندھی رہ گئی تھی۔ کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ اس قدر مار کھانے کے بعد یہ اللہ کے نیک بندے زندہ بھی رہ سکیں گے یا نہیں۔ یہ ظلم و بربریت کا مظاہرہ صرف اس لیے تھا کہ انہوں نے خانہ کعبہ میں اونچی آواز سے خدا کا نام لیا تھا اور آج قدرت نے مدینۃ النبیؐ میں وہ دن لائے تھے کہ مسلمان کھلے عام ایک عبادت گاہ تعمیر کر رہے تھے۔

سنگ بنیاد | مسجد نبویؐ کا پایہ پتھر اور چوتے کا تھا۔ یہ تین ہاتھ گہرا رکھا گیا۔ دیواروں میں کچی اینٹ لگائی گئی تھی۔ لمبائی ستر ہاتھ اور چوڑائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف بنایا گیا تھا۔ ہجرت کے سترھویں مہینے قبلہ بدلنے کا حکم آیا تو آپ کوئی دو مہینے تک اسطوانہ عائشہؓ کے سامنے کھڑے رہ کر نماز پڑھتے رہے پھر آپ اس طرف آگئے جہاں اب آپ کا مصلى بنایا جاتا ہے یہ جگہ میزابِ رحمت کی سمت میں ہے۔ پرانے قبلہ کی طرف ایک چبوترہ تھا۔ یہاں اہل دل اور اہل علم پڑھتے لکھتے میں لگے رہتے تھے۔ صفہ کی یہ درس گاہ تاریخ اسلام کی پہلی اقامتی رینیورٹ تھی۔ اس کے شیخ الجامعہ حضرت عباد بن سامت تھے۔ عبداللہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں لکھنا سکھاتے اور معلم کتاب و حکمت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی درس دیا کرتے تھے۔

مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی اُمتہات المؤمنین کے لیے حجرے بھی بنائے گئے۔ پہلے دو تھے، بعد میں بڑھتے گئے۔ یہ حجرے آٹھ فٹ سے لمبے چوڑے نہ تھے۔ ان کی چھت بھی اتنی ہی اونچی تھی جو کعبہ کے پتوں سے پاٹی گئی تھی۔

شمارہ ۶۲۸، عیسوی میں جنگِ خیبر سے کامیاب لوٹے تو حضورؐ نے محسوس فرمایا کہ مسجد نبویؐ نمازیوں کے لیے تنگ ہو رہی ہے، اسے بڑا کرنے کی ضرورت ہے۔ اب کی مرتبہ۔ چونکہ ریشل میں بنایا گیا، لمبائی سو ہاتھ تھی یعنی ڈیڑھ سو فٹ اور چوڑائی بھی سو ہاتھ تھی یعنی ڈیڑھ سو فٹ۔ مسجد کی چوڑائی کے لیے کچھ زمین کی ضرورت تھی۔ مسجد نبویؐ سے لگی ہوئی جگہ ایہ انصارِ صحابی کی تھی۔

رسالت پناہ لے کہلوا یا کہ۔ زمین کے اس ٹکڑے کو حینت کی ایک عمارت کے بدلے دے سکتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے سنا تو دوڑے دوڑے اُن انصار صحابی کی خدمت میں پہنچے۔ وفاء الوفا میں ہے، دس ہزار درہم میں ان سے زمین کا سودا کیا اور خوشی خوشی خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مسجد میں اصفیٰ کے لیے آپ کو زمین کی ضرورت ہے؟ ارشاد ہوا کہ ہاں اشد ضرورت ہے۔ عرض کیا۔ جس قیمت پر اُن انصار صحابی سے آپ یہ سودا فرما رہے تھے۔ اس پر میں تیار ہوں! اللہ اللہ کیا مزاج شناسی، کیا عقیدت مندی اور اپنے رسول کی بات پر کیا عشق تھا! یہ ایک ہی موقع نہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کو حینت کی بشارت ملی۔ مدینہ میں رومہ کا کنواں ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کے لیے وقف کرنے پر بھی انہیں حینت کی خوشخبری ملی تھی اور لشکرِ عسہ کا سامان کرنے پر اسی مسجد نبویؐ کے منبر سے حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ۔ اب عثمانؓ کے جرم و گناہ ان کو تکلیف نہ دیں گے۔ یہ نصیب، اللہ اکبر!

حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ کی توسیع کا کام پہلی ربیع الاول ۲۹ھ (۶۹۵ء عیسوی) سے شروع کیا۔ پہلی محرم ۳۰ھ کو یہ کام تکمیل کو پہنچا۔ اُس زمانے میں آپ خود بھی سنت نبویؐ کی پیروی میں مسجد نبویؐ بنانے کا کام کرتے رہے۔ مسجد سے کبھی باہر نہ نکلتے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو بارگاہِ الہی میں سجدہ زیر رہتے تھے۔

حضرت جعفر طیارؓ کا آدھا مکان حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسجد میں شامل کر دیا گیا تھا باقی اب شامل کر دیا گیا۔ ترشے ہوئے پتھر کی دیواریں اور ستون بنائے گئے۔ چھت میں ٹکڑی لٹکائی گئی۔ دروازے وہی چھ رہے اور مسجد نبویؐ اب ایک سوساٹھ فٹ لمبی اور ایک سو پچاس فٹ چوڑی ہو گئی۔

اسلامی تعمیرات سے مراد یوں تو وہ ساری عمارتیں ہیں جو مسلمانوں نے بنائیں۔ ان کے علاوہ شہر، باغات، نہریں، سڑکیں وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں۔ لیکن فنی اور تاریخی اہمیت کے ساتھ عام طور پر مسجدوں ہی کا ذکر پہلے کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں پہلی سالِ حجی وہ یادگار زمانہ ہے جب اسلامی تعمیرات کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر سے مسلمانوں کی فنی تاریخ شروع ہوتی ہے کیونکہ مسجدِ نبیؐ تو سرف اینٹ اور پتھر جاکر حد بندی کی گئی تھی۔

(باقی)